بلوچستان میں اُردو شاعری کی روایت اور امکانات

ڈاکٹر آغا ناصر*

Abstract:

Tracing literary history of Urdu in Baluchistan based upon documents and evidences is not easy as this area has strong oral tradition, multilingual scenario and inflated claims by nationalists fearing negation of their cultural identity.

In this article homage to those early researchers and critics has been paid, who have documented literary history of Urdu covering at least two centuries. The Writer, a Student, Teacher and Researcher himself from Baluchistan University has tried to elucidate the distinctive colours of Urdu poetry of Baluchistan.

بہت عرصے تک ہمارے علماء اس گمان میں رہے کہ پاکستان ایک نظریئے کا نام ہے، اگر اسے کسی خطۂ ارض سے جوڑا گیا اور کہیں یہ بھی فرض کیا گیا کہ قیامِ پاکستان سے پہلے بھی اس خطے کے مختلف ثقافتی زون میں لوگ رہتے تھے، جو اپنی مادری اور تہذیبی زبانیں رکھتے تھے، حاکم قوتوں تک رسائی یا ان کی خوش نودی یا تجارت کی غرض سے اپنی مادری زبانوں کے سوا بھی دیگر زبانوں میں لکھنے پڑھنے کی کوشش کرتے رہے، اب ایک طرف تو بلوچستان وہ خطہ ہے، جہاں مہر گڑھ کی صورت میں دنیا کی قدیم ترین تہذیب کے آثار ہیں، دوسری طرف عربوں کے ساتھ بلوچستان کا واسطہ سندھ سے بھی پہلے رہا، مگر صحراؤں، ویرانوں اور قبائلی زندگی کے طفیل بیشتر ادبی آثار سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے، یہی وجہ ہے کہ آج ڈاکٹر شاہ محمد مری اور ان کے نوجوان ساتھی لوک ادب کی ریکارڈنگ کرتے ہیں، توجہ

* شعبہ اردو، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ

اور محبت سے سنتے ہیں اور پھر اپنے تخلیقی ترجمے سے اسے دستاویزی صورت دے رہے ہیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد پروفیسر خلیل صدیقی، پروفیسر انور رومان، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، گل خان نصیر، عبداللہ جمال دینی، عطا شاد اور دیگر عالموں خصوصاً بلوچستان یونیورسٹی سے وابستہ سکالروں نے کافی آثار جمع کیے۔

بلوچستان میں اردو شاعری کے اولین نمونوں کو وسطی بلوچستان کے ریاست قلات کے وزیر اعظم ملا محمد حسن براہوی کے کلام سے وابستہ کیا جائے تو کم وبیش یہاں اردو شاعری کی دو صدیوں کی مربوط تاریخ تو ہے جس میں گدوڑوم، تاج محمد تاجلؔ، غلام حیدر فقیرؔ، میر مولا داد بنگلزئی، ملا مزار بنگلزئی، زرک خان لاشاری زیرکؔ جیسے شعراء نے اپنی مادری زبانوں یعنی بلوچی اور براہوی کے ساتھ ساتھ اُردو میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ ملا محمد حسن براہوی کے کلام کے علاوہ انیسویں صدی کے دیگر شعراء کے کلام کا ایک بہت ہی مختصر حصہ دست بردِ زمانہ سے محفوظ رہ سکا لیکن بلوچستان میں اُردو شاعری کی ابتداء کے متعلق یہ شواہد اور اشارے بہت اہم ہیں۔

بیسویں صدی کے آغاز پر بلوچستان میں اُردو شاعری اپنے روایتی انداز اور رنگ روپ میں برٹش بلوچستان کے ایک نہایت ہی دور دراز علاقے لورالائی اور بعد میں کوئٹہ میں جلوہ افروز ہوتی ہے جہاں سردار محمد یوسف پوپلزئی، عابد شاہ عابدؔ اور فتح چند نسیمؔ باقاعدہ مشاعروں کا آغاز کرتے ہیں۔ ان مشاعروں میں نہ صرف سرکاری اہلکار اور پڑھے لکھے لوگوں کی ایک بڑی تعداد شریک ہوتی ہے بلکہ طرحی مصرعوں پر طبع آزمائی کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد کا سراغ ملتا ہے۔ ان ادبی سرگرمیوں نے ''قندیلِ خیال'' کو بھی متعارف کیا جو بلوچستان میں اُردو زبان کا پہلا جریدہ تھا۔ بیسویں صدی کی دوسری دہائی بلوچستان میں اردو شاعری کے حوالے سے اس لیے بھی ایک تاریخ ساز دور کہلائیگا کہ ۱۹۱۵ء میں کوئٹہ کے نواحی علاقے کلی کرانی کے سید عابد شاہ کا مجموعہ کلام ''گلزارِ عابدؔ'' دیوبند سے شائع ہوا۔ یہ بلوچستان سے تعلق رکھنے والے کسی اُردو شاعر کا پہلا مجموعہ تھا جو زیورِ طباعت سے آراستہ ہوا۔ اس میں اُردو کے علاوہ فارسی اور براہوی کے اشعار بھی تھے۔

بیسویں صدی کی تیسری، چوتھی اور پانچویں دہائیاں بلوچستان میں اُردو شاعری کے حوالے سے اہم ترین دور قرار دی جاسکتی ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں یہ تحریک آزادی کا دور تھا جس میں علامہ اقبال، مولانا ظفر علی خان، جوش ملیح آبادی جیسے شعراء اپنے کلام کے ذریعے بیداری کی مہم میں اپنا اپنا کردار ادا کررہے تھے۔ بلوچستان میں اردو شاعری کے ذریعے تحریک آزادی کو پروان چڑھانے اور فروغ دینے کا یہ عظیم عمل نواب یوسف عزیز مگسی نے انجام دیا۔ ۱۹۲۰ء کے بعد اُردو شاعری کو مشاعروں اور ادبی محافل سے عوامی سطح پر پہنچانے اور اس کے ذریعے اہل بلوچستان کو بیدار کرنے اور جدوجہد آزادی میں شامل کرنے کا سہرا نواب یوسف عزیز مگسی اور ان کے رفقاء کے حصے میں آیا۔

اس دور کی ابتداء اور انتہا سردار یوسف عزیز مگسی سے ہوئی[جنہوں نے اپنی جلاوطنی کا ایک عرصہ اپنے خاندان کے ساتھ ملتان میں گذارا، کوٹ مٹھن سے تعلیم پائی اور ظفر علی خان کے بیٹے اختر علی خان ان کے دم ساز رہے، مگر جو کوئٹہ کے زلزلے میں جوانی میں فوت ہو گئے]انہی کے ساتھ میر محمد حسین عنقاؔ اور گل خان نصیرؔ جیسے ذوالِلسان شعراء نے نہ صرف آزادی اور بیداری کی تحریک کو اُردو شاعری کے ذریعے تیز کیا بلکہ سماجی اور معاشرتی برائیوں کے خلاف بھی اُردو شاعری کو استعمال کیا۔ اسی زمانے میں شاعرِ ہشت زباں نواب گل محمد خان زیب مگسی بھی اُردو کے علاوہ عربی، فارسی، ہندی، سندھی، سرائیکی، پنجابی اور بلوچی میں اپنے دیوان مرتب کر رہے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد یوپی، سی پی، پنجاب اور ہندوستان کے دیگر علاقوں سے تعلق رکھنے والے مہاجرین بلوچستان پہنچتے ہیں اور اُردو شاعری کی وہ فضا جو مقامی سطح پر قدرتی انداز میں نشو ونما پا رہی تھی ایک اور رنگ اختیار کرتی ہے اور مقامی شعراء کی بجائے ہندوستان سے آنے والے شعراء بلوچستان کی اردو شاعری کے افق پر نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں فارسی کے استاد ڈاکٹر آغا صادق حسین نقوی، محشر رسول نگری، ماہر افغانی، عیش فیروز پوری، ڈاکٹر ناشط صدیقی، نبی بخش اسدؔ جیسے نامور شعراء بطور خاص قابل ذکر ہیں جبکہ ڈاکٹر عبدالحمید کاکڑ، عین سلام، عطا شاد، عابد شاہ عابد، ظفر مرزا، پروفیسر رب نواز مائل، مقامی شعرا میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ یہ دور ادبی گروہ بندیوں اور تکنیکی اور فنی لحاظ سے ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کا دور تھا۔ اس دوران عبدالحمید عدم، صادق نسیم، قابل اجمیری جیسے شعراء اپنی ملازمتوں کے سلسلے میں برسوں کوئٹہ میں مقیم رہے اور یہاں کی ادبی زندگی میں بھرپور شریک رہے۔ اس عرصے میں جشن کوئٹہ کے سالانہ مشاعروں کے علاوہ سبی میلے کے مشاعروں نے بھی اُردو شاعری کے فروغ میں حصہ لیا۔

۱۹۷۰ء میں جب بلوچستان کو صوبے کی حیثیت ملی تو بہت سے سرکاری اہلکار اور اساتذہ بلوچستان سے دیگر علاقوں میں چلے جاتے ہیں اور مقامی اُردو شعراء ایک بار پھر ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ ان میں عین سلام، ماہر افغانی، عطا شاد، عابد شاہ عابد، ربنواز مائل، سعید گوہر، سرور سودائی بطور خاص قابل ذکر ہیں جبکہ ریڈیو پاکستان اور ٹیلی ویژن سنٹر کے ظفر خان نیازی، اعظم خورشید، نیرؔ اقبال کے علاوہ یونیورسٹی آف بلوچستان کے سید وارث اقبال اور اور یا مقبول جان ادبی سرگرمیوں میں برابر شریک نظر آتے ہیں۔ ۱۹۸۰ء کے بعد نوجوانوں کا ایک اور گروہ سامنے آیا۔ جس میں آغا محمد ناصر، بیرم غوری، عرفان احمد بیگ، ناصر شیرازی، ڈاکٹر منیر رئیسانی، پروین لونی، نادرہ ضمیر، صدف چنگیزی، زاہد آفاق اور حنیف کاشف نمایاں تھے۔ ان دو صدیوں کی اس مختصر تاریخ کا جائزہ لینے کے بعد جب ہم آج بلوچستان میں اُردو شاعری پر نظر ڈالتے ہیں تو پرانے لکھنے والوں کے ساتھ ساتھ نئے شعراء کی ایک بڑی تعداد تخلیقی عمل میں مصروف نظر آتی ہے۔ ان نوجوان اُردو شعرا کو ان کی مادری زبانوں کے حوالے سے دیکھا جائے تو

ان میں بلوچی، براہوی، پشتو، فارسی، سندھی اور سرائیکی بولنے والے سبھی شامل ہیں اور ان کا تعلق صرف کوئٹہ سے نہیں بلکہ بلوچستان کے دور دراز علاقوں مکران، مری، بگٹی، لورالائی، گلستان، ژوب پشین، سبی، ڈیرہ مراد جمالی اور مستونگ سے ہے۔ افضل مراد، علی کمیل قزلباش، عصمت درانی، صادق مری، محمد بقا بگٹی، محسن بالاچ، مظہر اقبال، گوہر سید مصطفےٰ، شاہد، صلاح الدین صلاح، صائمہ جبریل، جویریہ حق، مسلم علی، نذر شہاب، نوشین قمبرانی، طلعت زہرا زیدی، طالب حسین طالبؔ، محسن چنگیزی، فاضل طالب، ڈاکٹر سمیعہ، علی بابا اور سید شیدا زیدی جیسے ان نوجوان شعراء نے نہ صرف بلوچستان بلکہ چند نوجوانوں نے عالمی سطح پر نہ صرف اپنی شناخت کروانے کے ساتھ ساتھ پاکستان کے ادبی حلقوں میں بلوچستان کو روشناس کرنے میں بھی اپنا کردار ادا کیا ہے۔

پچھلے دس پندرہ برسوں میں مختلف اخبارات ورسائل اور شعری مجموعوں میں شائع ہونے والے بلوچستان کے شعراء کے کلام کا جائزہ لیا جائے اور اس کا تقابلی جائزہ پچھلے دو صدیوں کی شعری میراث سے کیا جائے تو بلوچستان میں اُردو شاعری کے روشن مستقبل کے بارے میں وثوق سے پیشنگوئی کی جاسکتی ہے۔ ۱۹۹۰ء کے بعد تقریباً چالیس شعری مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ بزرگ شعراء کے ساتھ ساتھ نوجوان شعراء کی ایک بڑی تعداد سخن گوئی میں مصروف ہیں۔ پچھلی دو دہائیوں میں بلوچستان سے شائع ہونے والے شعری مجموعوں کا جائزہ لیا جائے تو نہایت امید افزا صورتحال سامنے آتی ہے۔ ۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۵ء تک شائع ہونے والے شعری مجموعوں کی تفصیل کچھ یوں ہے:

اختر زیدی، نطق جبریل، (قطعات)	اطہر زیدی، سرو چراغاں،	امداد نظامی، زر سنگ
امداد نظامی، سنگ ورنگ،	امداد نظامی، عین النعیم	امداد نظامی، سورج تھا سوڈوب گیا
استاد رشید انجم، بیاباں کا سکوت	استاد رشید انجم، بقائے معرفت	بقا محمد بگٹی، صحرا ہماری آنکھ میں
بیرم غوری، آدھی نیند	حسن جاوید، خیمہ حرف	حاوی اعظم، تندوکند
حاوی اعظم، سورج اور سمندر	رشید حسرت، سوکھے پتوں پہ قدم	سلطان ارشد، رتجگوں میں خواب
سید مصطفیٰ شاہد، ایک قطرے میں سمندر ڈھل گیا	سرور جاوید، سر محبس شب	سعید گوہر، پس دیوار
فارس مغل، ہجر کا پہلا چاند	ماہر افغانی، کن فیکون	فاروق فیصل، جادۂ کہکشاں
زاہد آفاق، خواب جزیرہ، گوشہ ادب	محسن چنگیزی، سرآب جاں	محسن شکیل، آنکھ بھر حیرت
مظہر اقبال سلیمان، اداسی سوچتی ہوگی	عطا شاد، سنگاب	عطا شاد، برفاگ ناشاد
عین سلام، چکیدہ	ناگی عبدالرزاق خاورؔ، قندیل	ناگی عبدالرزاق خاورؔ، آبگینہ

عصمت درانی، آئینے میں چراغ	عظمیٰ جون، خزاں کی ریت سنہری ہے	عباس غزالی، رقص طاؤس
صلاح الدین صلاح، گل بے نام	وارث اقبال، نئی صورتیں	وقار احمد وقار، کلام وقار
ربنواز مائل پتھر کی میلی آنکھ	یوسف ثانی، آئینہ	کرنل فضل اکبر کمال، حریم، حجاب
اعظم خورشید، لفظ چہرے	اعظم خورشید، لفظ ہالے	اعتبار ساجد، دستک بند کواڑوں پر
اوریا مقبول جان، قامت	نور محمد ہمدم،، آدابِ سفر	ناشط صدیقی، ندائے ناشط
بشیر فاروقی، بوئے عمل		

ان مجموعوں کے عنوانات پر ہی توجہ کریں تو روحِ بلوچستان اپنی انفرادیت کی تلاش میں کسمساتی محسوس ہوتی ہے، اکیسویں صدی میں ابھرنے والے ان نوجوان شعرا نے نہ صرف کوئٹہ اور بلوچستان میں اُردو شاعری کے فروغ میں اہم حصہ ڈالا ہے بلکہ قومی اور بین الاقوامی سطح پر بھی اپنی پہنچا کرانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ان نوجوان شعراء نے نہ صرف پرانے رشتوں اور رابطوں کو بحال کرنے کا کام انجام دیا ہے بلکہ اُردو زبان وادب کے حوالے سے نئے رشتے بھی استوار کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ بلوچستان زادے گوپی چند نارنگ اور دیگر اہم شخصیات ڈاکٹر جمیل جالبی، سحر انصاری، امجد اسلام امجد، منیر نیازی، جون ایلیا، احمد ندیم قاسمی، ڈاکٹر وزیر آغا، محسن احسان، ضیاء جالندھری سے از سر نو روابط استوار کیے۔[اپنے مجموعوں کے فلیپ، دیباچوں اور تعارفی تقاریب کے لئے]

مشاعروں، اخبارات اور ادبی جرائد میں چھپنے کے علاوہ دس پندرہ برسوں میں بزرگ اور کہنہ مشق شعراء کے علاوہ نوجوان شعراء میں محسن شکیل، عصمت درانی، علی کمیل قزلباش، محسن چنگیزی، رشید حسرت، بیرم غوری، طالب حسین طالب، سرور جاوید، حسن جاوید، صلاح الدین صلاح، مظہر اقبال سلمان، عظمیٰ جون، فاروق فیصل، سلطان ارشد، سید مصطفیٰ شاہد، فارس مغل، عباس غزالی، یوسف ثانی اور بقا محمد بگٹی کے مجموعوں نے قومی سطح پر پذیرائی حاصل کی ہے۔ بلوچستان کے ان نوجوان شعراء نے جس قلیل مدت میں اردو شاعری میں اپنا مقام پیدا کیا ہے اس کی بنیاد پر انھیں بلوچستان میں اردو شاعری کا مستقبل قرار دیا جا سکتا ہے۔ اکیسویں صدی میں ابھرنے والے ان شعراء کا تعلق صرف کوئٹہ سے نہیں بلکہ علمی اور ادبی مراکز سے دور مختلف زبانیں بولنے والے ان نوجوان شعراء کا تعلق مکران سے ژوب تک ہر علاقے سے ہے۔

قیام پاکستان کے فوراً بعد بلوچستان میں اُردو شاعری کے فروغ میں تعلیمی اداروں، اخبارات ورسائل اور ادبی انجمنوں نے بنیادی کردار ادا کیا۔ بلوچستان پر انگریزوں نے اپنی حکومت کے دوران اسکولوں سے فارغ التحصیل طلبا وطالبات کی ایک بڑی تعداد پیدا کر دی تھی جو اُردو میں لکھنے پڑھنے کی استعداد رکھتے تھے لیکن بلوچستان کی آبادی اور

رقبے کے لحاظ سے یہ بہت محدود تعداد تھی۔ اپنے ستر سالہ دورِ اقتدار میں انگریزی حکومت بلوچستان میں ایک کالج بھی قائم نہ کر سکی۔ آزادی کا پہلا ثمر بلوچستان کو کالج کی صورت میں ملا اور ستمبر ۱۹۴۸ء میں سنڈیمن ہائر سکینڈری ہائی اسکول کوئٹہ کو کالج کا درجہ دیا گیا۔(۱) ۱۹۵۰ء میں پہلی بار گورنمنٹ کالج کوئٹہ کے سات طلبا بی اے کے امتحان میں شامل ہوئے جن میں پانچ کامیاب ہوئے۔ ۱۹۵۱ء میں بلوچستان میں طالبات کے لیے پہلا کالج کوئٹہ میں قائم ہوا۔(۲) اور کوئٹہ، سبی، اور لورالائی کے علاوہ اندرون بلوچستان میں بھی لڑکیوں کے لیے متعدد اسکول کھولے گئے۔ چند ہی برسوں میں بلوچستان میں اسکولوں کی تعداد دگنی ہوگئی۔ گورنمنٹ کالج کوئٹہ کے طلبا و طالبات اور اساتذہ نے روزِ اول سے ہی بلوچستان میں تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ علمی، ادبی اور ثقافتی حوالوں سے مرکزی کردار ادا کیا اور اُردو مشاعروں کو فروغ دینے میں اہم خدمات سرانجام دیں۔ جیسے کہ پہلے ذکر ہوا، پروفیسر خلیل صدیقی، پروفیسر سعید احمد رفیق، پروفیسر کرار حسین، پروفیسر آغا صادق حسین، سید نوشہ نقوی، پروفیسر انور رومان، انعام الحق کوثر، چوہدری عطا محمد، خان سرور خان جیسے اساتذہ نے نہ صرف طالب علموں کی رہنمائی، تربیت اور حوصلہ افزائی کا فریضہ ادا کیا بلکہ ذاتی طور پر بھی تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ تخلیقی سطح پر بھی گرانقدر خدمات انجام دیتے رہے۔ ان میں سے بیشتر اساتذہ نہ صرف خود شاعر و ادیب تھے بلکہ اُردو شاعری اور مشاعروں کی روایت کو فروغ دینے میں اہم کردار کرتے رہے۔

گورنمنٹ کالج کوئٹہ کے علاوہ اسلامیہ ہائی اسکول کے مشاعروں اور ادبی ثقافتی سرگرمیوں نے بھی قیامِ پاکستان کے بعد اُردو شاعری کے فروغ میں اپنا کردار ادا کیا۔ اس اسکول کے طالب علم بعد میں بلوچستان کے صفِ اول کے شعرا میں شامل ہوئے جن میں عین سلام کا نام بطورِ خاص لیا جا سکتا ہے۔ کوئٹہ کے علاوہ لورالائی، ژوب، پشین، گلستان، سبی اور مکران کے بہت سے طلبا لاہور اور کراچی کے مختلف تعلیمی اداروں میں حصولِ علم کے لیے جاتے رہے۔ ان نوجوانوں کی تخلیقی صلاحیت کو وہاں کے ماحول نے خواب نکھارا۔ مکران کے ساحلی علاقوں کے علاوہ تربت اور پنجگور کے بہت سے طالب علم کراچی یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم رہے اور وہاں کے ماحول سے خوب استفادہ کیا۔ اُردو کے علاوہ بلوچی اور براہوی زبانوں کے بہت سے نامور ادیب اور شاعر کراچی میں زیرِ تعلیم رہے جن میں بشیر بلوچ، عبدالغفار ندیم، باقی بلوچ، ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوی بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔ مکران کے ملا بخش مشتاق کا پہلا بلوچی اور اُردو مجموعہ ۱۹۷۴ء میں ''ترانگ'' کے نام سے اور دوسرا اُردو مجموعہ ''سودا'' کے نام سے ۱۹۷۷ء میں شائع ہوا۔ مکران میں اُردو کے فروغ میں کراچی کے تعلیمی اداروں نے اہم کردار کیا۔

قیامِ پاکستان سے قبل چند ادبی تنظیمیں تھیں جو مشاعروں کے ساتھ ساتھ ادبی تقاریب کا انعقاد کیا کرتی

تھیں لیکن قیام پاکستان کے بعد ادبی تنظیمیں قائم ہوئیں جن کی وجہ سے اُردو شاعری کو خاصا فروغ حاصل ہوا۔ ۱۹۸۴ء میں بلوچستان میں اُردو زبان وادب کی توسیع وترویج کی خاطر بہار ادب کے نام سے کیپٹن محمد باقر یاسؔ کی سرپرستی میں ایک انجمن کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس انجمن کے صدر سید اکبر حسین رضوی تھے۔(۳) ۱۹۸۴ء میں ہی حلقۂ ارباب ادب، بزم ارتقائے ادب اور عیش لٹریری سوسائٹی قائم ہوئے جبکہ ۱۹۴۹ء میں گورنمنٹ کالج کوئٹہ کے اساتذہ نے ایک اسٹڈی سرکل قائم کیا۔ اسی سال بلوچستان میں انجمن ترقی پسند مصنفین کا قیام بھی عمل میں آیا اور حلقۂ تحریر وتنقید کے نام سے ایک اور ادبی تنظیم بھی بنی۔ قیام پاکستان کے بعد بلوچستان سے پہلا شعری مجموعہ حلقہ ارباب ادب نے ۱۹۴۸ء میں قیوم راشد القریشی بی اے کا مجموعی کلام بربط ناہید کے نام سے دانش محل پرنس روڈ کوئٹہ سے شائع کیا۔(۴) ۱۹۴۸ء میں ہی مشعل کے نام سے بلوچستان کے شاعروں اور افسانہ نگاروں کا ایک انتخاب سبی سے عبدالرحمٰن غورؔ نے شائع کیا۔ مشعل میں بشیر احمد فاروق، امانت بخاری، تحمل حسین جوہر، ایم محبوب، آغا صادق نثار احمد محشر رسول نگری، گل خان نصیر، عبداللطیف فرحت، عبدالرحمٰن غور، قیوم راشد، سردار انور، ارشد صدیقی اور مذاق العیشی کے اشعار شامل ہوئے۔(۵) ۱۹۴۹ء کے شروع میں ہی سبی کے شاعر اور افسانہ نگار عبدالرحمٰن غورؔ کا پہلا شعری مجموعہ پھندے کے نام سے شائع ہوا۔(۶) عبدالرحمٰن غورؔ ۱۹۴۵ء سے سبی میں ادارہ ادب بلوچستان کے نام سے علمی وادبی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لے رہے تھے۔

۱۹۴۹ء میں انجمن ترقی پسند مصنفین کی بلوچستان شاخ کا قیام عمل میں آیا اور اسی سال ستمبر میں گورنمنٹ کالج کے کچھ اساتذہ نے حلقہ تحریر وتنقید کے نام سے ایک ادبی تنظیم قائم کی۔ ۱۹۵۰ء میں بابائے اردو مولوی عبدالحق کوئٹہ تشریف لائے اور انجمن ترقی اردو کوئٹہ شاخ کا افتتاح کیا۔ ان ادبی تنظیموں کے علاوہ کوئٹہ میونسپل کمیٹی، بلوچستان ٹیچرز ایسوسی ایشن اور چھاؤنی اور کوئٹہ شہر میں مقیم سرکاری افسران نے مشاعروں کے ذریعے اردو شاعری کے فروغ میں خوب حصہ لیا۔ ان مشاعروں میں جہاں پاکستان کے مختلف علاقوں سے قومی سطح کے نامور شعراء کو بلوچستان میں آ کر اپنا کلام سنانے کی دعوت دی جاتی وہیں، بلوچستان سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں کو بھی ان میں شریک کیا جاتا۔

تحریک پاکستان کے دوران علامہ محمد اقبال، مولانا ظفر علی خان، میر یوسف عزیز مگسی، میر محمد حسین عنقا اور گل خان نصیر کے اردو کلام نے بلوچستان کے طول وعرض میں جذبہ حریت وآزادی کو عوامی سطح تک پہنچانے میں کلیدی کردار ادا کیا تھا، قیام پاکستان کے بعد آغا صادق حسین نقوی، محشر رسول نگری، عبدالرحمٰن غور، عیش فیروز پوری، ماہر افغانی، ارشد امروہوی، سردار انور (طالب شیرازی) صادق شاذ، عبدالرب نسیم، میر گل خان حسن اوستوی، قیوم

راشد، خواجہ عبدالحمید عرفانی، سعید احمد رفیق، پروفیسر خلیل صدیقی، پروفیسر کرار حسین، اغگر سہار نپوری، رفیق راز، وحشی جنجوعہ، اقبال سلمان، اختر واحد قاضی اور عین سلام نے اردو شاعری اور مشاعروں کے فروغ میں گرانقدر حصہ لیا۔ ان مشاعروں کے بارے میں ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے اپنی کتاب بلوچستان میں اردو میں تفصیل سے لکھا ہے۔

نئے تعلیمی اداروں کی وجہ سے تعلیم عام ہونے کے ساتھ ساتھ صحافتی سرگرمیوں نے بھی خوب فروغ حاصل پایا۔ قیام پاکستان سے پہلے ہفت روزہ استقلال، پاسبان، الاسلام، اخبار بلوچستان، کوہستان، تنظیم، جمہور، خورشید الحق، کے علاوہ دولت اور بلوچستان سماچار کے نام سے ہندوؤں کے دو جرائد شائع ہوتے تھے جبکہ چشمہ اور ہماری بہترین کوششیں اور دبستان محکمہ تعلیم کے رسالے تھے لیکن آزادی ملنے کے بعد صرف چار برسوں میں تقریباً بیس نئے اخبارات وجرائد کا اجراء ہوا۔ جن میں زمانہ، میزان، پکار، کلمتہ الحق، رہبر نسواں، بولان، نوائے بلوچستان، ترجمان، صداقت (پہلے سبی اور بعد میں بھاگ سے شائع ہوتا رہا) کوہسار، باغ و بہار، معلم، مبلغ، کارواں، تعمیر بلوچستان، پیغام، پیغام جدید اور شاہین ۱۹۵۲ء تک چھپنا شروع ہوئے اور ۱۹۴۶ء تک ان کی تعداد چونسٹھ (۶۴) تک پہنچ گئی۔ (۷)

ان تمام اخبارات وجرائد میں اُردو شعرا کا کلام شائع ہوتا۔ اُردو زبان کے ساتھ ساتھ ادبی ذوق بالخصوص اُردو شاعری کے فروغ میں ان اخبارات وجرائد نے نمایاں کردار ادا کیا۔

۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۰ء تک بلوچستان میں ہونے والی اُردو شاعری کا جائزہ لیا جائے تو اس میں مقامی شعراء کی نسبت بلوچستان میں آباد ہونے والے دیگر علاقوں کے شعراء کی زیادہ تعداد نظر آتی ہے۔ قیام پاکستان سے پہلے مقامی شعراء جس قدر نمایاں تھے قیام پاکستان کے بعد پس منظر میں نظر آتے ہیں کیونکہ ہندوستان کے دیگر علاقوں سے آنے والے شعراء نہ صرف زیادہ پڑھے لکھے لوگوں پر مشتمل تھے بلکہ ان میں سے بہت سوں کی مادری زبان بھی اُردو تھی لیکن اس کے باوجود مقامی شعراء نے اُردو میں طبع آزمائی جاری رکھی اور آغا صادق حسین نقوی، ارشد امروہوی، اغگر سہارنپوری، عیش فیروز پوری سے اصلاح اور تربیت پانے والے نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد ان ادبی سرگرمیوں اور مشاعروں میں اپنی پہچان بناتے رہے۔

۱۹۴۷ء سے ۱۹۷۰ء تک جو شعری مجموعے شائع ہوئے ان میں سبی کے ادیب اور شاعر عبدالرحمٰن غور کے پہلے مجموعے پھندے (۱۹۴۹ء) اور دوسرے مجموعے ''متاع بردہ'' کے علاوہ ۱۹۶۶ء میں عین سلام کا پہلا شعری مجموعہ ''چکیدہ'' ڈاکٹر عبدالحمید کاکڑ کا مجموعہ ''خارگل'' محشر رسول نگری کی ''فخر کونین'' (۱۹۶۴ء) اور آغا صادق حسین کے چار مجموعے نوا (۱۹۶۶ء) صبح صادق (۱۹۶۶ء)، ید بیضا اور طفلستان کے علاوہ دھنک اور وادی بولان کے نام

سے دو انتخاب شائع ہوئے۔

۱۹۵۶ء میں ریڈیو پاکستان کوئٹہ کے قیام نے ان سرگرمیوں کو مزید فروغ دیا اور ریڈیو کے مشاعروں کی وجہ سے اردو شاعری بلوچستان کے کونے کونے میں پھیل گئی۔ بلوچستان میں اردو شاعری کا دوسرا اہم دور ۱۹۷۰ء کے بعد شروع ہوا جب ون یونٹ کے ٹوٹنے کے بعد بلوچستان کو صوبے کی حیثیت ملی۔ ۱۹۷۱ء میں بلوچستان یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا جس میں پروفیسر مجتبیٰ حسین، ڈاکٹر احسن فاروقی، پروفیسر شیم احمد، پروفیسر سحر انصاری اور پروفیسر وارث اقبال نامور ادبی شخصیات کوئٹہ پہنچیں۔ دوسری طرف ۱۹۷۴ء میں پاکستان ٹیلی ویژن کوئٹہ سینٹر کا قیام عمل میں آیا تو اُردو شاعری محفلوں اور مشاعروں سے گھر گھر پہنچنا شروع ہوگئی۔ بلوچستان کو صوبائی حیثیت ملنے کی وجہ سے بہت سے سرکاری اور نیم سرکاری ملازمین کوئٹہ سے رخصت ہوگئے تو اس خلا کو مقامی شعراء نے پر کرنا شروع کردیا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ماہر افغانی، عین سلام، عطا شاد، ربنواز مائل، پروفیسر نور محمد ہمدم، سعید گوہر، عابدہ شاہ عابد، حاوی اعظم، سرور سودائی، عمر گل عسکر، ریاض قمر، نسیم احمد نسیم جیسے شعراء کا کلام ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات وجرائد پر چھا جاتا ہے اور ایک دہائی میں یونیورسٹی سے فارغ التحصیل نوجوانوں کی ایک اور کھیپ بھی اردو شاعری کے گلشن میں اپنے رنگ وروپ دکھانے لگتی ہے۔ ۱۹۸۰ء کے بعد بلوچستان کے نمایاں اُردو شعراء میں ناصر شیرازی بیرم غوری، عرفان احمد بیگ، سرور جاوید، زاہد آفاق، رفیق کمبوہ، ناگی عبدالرزاق خاور، عرفان الحق صائم، افضل مراد، نادرہ ضمیر، صدف چنگیزی، محسن شکیل، پروین لونی اور آغا محمد ناصر نمایاں نظر آتے ہیں۔

اس عرصے میں نژادنو، حلقہ حرف وحکایت، قلم قبیلہ، ادب جرگہ، فکر وعمل، ایوان ثقافت اور انجمن دبستان بولان کے نام سے کئی ادبی انجمنوں کا قیام عمل میں آتا ہے۔ (۸) ۱۹۷۹ء میں پروفیسر شیم احمد کی سرپرستی اور رہنمائی میں آغا محمد ناصر، نجمہ اسلم، شگفتہ اقبال، رخسانہ، سہیل جعفر، افضل شوق جامعہ بلوچستان میں ادبی علمی اور تنقیدی مجالس کے ساتھ ساتھ نژادنو کے زیر اہتمام مشاعروں اور مہمان شاعروں کے ساتھ ادبی نشستوں کا انعقاد کرتے ہیں جن میں عطا شاد، حاوی اعظم، عزیز حامد، مدنی شبنم شکیل، پیرزادہ قاسم جیسے شعراء کے ساتھ ادبی تقاریب کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ نژادنو کے پہلے صدر آغا محمد ناصر اور سیکرٹری نجمہ اسلم تھی۔

۱۹۸۰ء میں حلقہ حرف وحکایت کے نام سے آغا محمد ناصر، سمیں مریم، نجمہ اسلم، سہیل نیازی، خادم مرزا، بیرم غوری وغیرہ کے ساتھ ایک اور ادبی تنظیم بناتے ہیں۔ اس کے مقاصد بھی کم وبیش نژادنو کی طرح ہی تھے لیکن اس میں یونیورسٹی کے علاوہ کوئٹہ شہر کے لکھنے والوں کو بھی شامل کیا گیا۔ نژادنو کا نام پروفیسر شیم احمد اور حلقہ حرف وحکایت کا نام خادم مرزا نے تجویز کیا تھا۔

۱۹ستمبر ۱۹۷۹ء کے گورنر بلوچستان کی اہلیہ بیگم ثاقبہ رحیم نے قلم قبیلہ کے نام سے ایک ادبی تنظیم قائم کی جس کی چیئر پرسن وہ خود بنیں جبکہ وائس چیئر مین بلوچستان کے نامور پبلشر اور قلات پریس کے مالک زمرد حسین، جنرل سیکرٹری پروفیسر سعید احمد رفیق، جوائنٹ سیکرٹری روز نامہ مشرق کی شاہین روحی بخاری اور مجلس عاملہ میں پروفیسر خلیل صدیقی پروفیسر مجتبیٰ حسین، پروفیسر انور رومانؔ، ڈاکٹر انعام الحق کوثر، روز نامہ مشرق کوئٹہ کے ایڈیٹر مقبول احمد رانا، پروفیسر نادر قمبرانی نامزد ہوئے۔قلم قبیلہ بہت بڑے مقاصد کے ساتھ سرکاری سر پرستی میں قائم ہوئی اور بیشتر سرکاری ملازمین اور یونیورسٹی سے وابستہ افراد اس کی عہدے دار بنے۔قلم قبیلہ کے مقاصد میں قومی اور پاکستانی زبانوں اور ادبیات کی افہام وتفہیم کے لیے راہیں ہموار کرنا،ان زبانوں اور ادبیات کے باہمی استفادہ اور افادہ کے لیے تراجم کی حوصلہ افزائی کرنا،قومی مقاصد سے ہم آہنگ ادب کی تخلیق کو فروغ دینا، زندگی آموز صحت، منداد ب کے لیے سماجی اور قومی شعور کو پروان چڑھانا،قومی اور پاکستانی زبانوں کے ہونہار ادیبوں کی حوصلہ افزائی کرنا،قومی اور پاکستانی زبانوں کے منتخب ادب پاروں یا ان کے تراجم کی نشر واشاعت کرنا،تنظیم کی ایسی لائبریری کا قیام جو تحقیقی کاموں میں معاون ہو سکے اور قلمی وادبی ریسرچ کو فروغ دینے کے لیے اعلیٰ تحقیقاتی مرکز کا قیام جیسے مقاصد شامل تھے(۹) لیکن بلوچستان کے بہت سے شاعروں اور ادیبوں نے قلم قبیلہ میں شمولیت کی بجائے ادب جرگہ کے نام سے ایک اور ادبی تنظیم قائم کی جس کے محرک عطا شاد تھے۔(۱۰) ادب جرگہ میں بشیر بلوچ، امداد نظامی، آغا محمد ناصر ،خادم میرزا جیسے اہل قلم شریک تھے۔جو ہر ماہ بلوچستان آرٹس کونسل یا ریڈیو پاکستان میں تنقیدی مجلس کا اہتمام کرتی۔ ادب جرگہ نے اس عرصے میں جتنی نشستوں کا انعقاد کیا وہ علمی حوالے سے یادگار نشستیں تھیں جن میں زبان وادب سے متعلق علمی اور فنی مقالے پیش کیے جاتے۔

۱۹۸۳ء میں انجمن دبستان بولان کے نام سے استاد رشید انجم نے ایک ادبی تنظیم بنائی جس میں نوجوان لکھنے والوں کی ایک بڑی تعداد شامل ہوگئی ۔ استاد رشید انجم نے باقاعدہ اصلاح کی روایت کو زندہ کیا اور اپنے شاگردوں کو فنی لحاظ سے پختگی دی۔انجمن دبستان بولان کے تربیت یافتہ نوجوانوں میں صدر چنگیزی، زاہد آفاق، خاور عبدالرزاق ناگی ،کرنل فضل اکبر کمال، رفیق کمبوہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔انجمن دبستان بولان نے نہ صرف ہفتہ وار مشاعروں اور تنقیدی نشستوں کا سلسلہ جاری کیا بلکہ صوبائی اور قومی سطح کے علاوہ بین الاقوامی اردو مشاعرے بھی منعقد کیے۔کوئٹہ میں دوبارہ کل پاک وہند مشاعروں کا انعقاد اور ان مشاعروں میں جگن ناتھ آزاد اور مہندر سنگھ بیدی جیسے شعراء کی شرکت کا اعزاز حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی مدد آپ کے تحت انجمن نے گئی۔شعری مجموعے بھی شائع کیے جن میں زاہد آفاق کے شعری مجموعے ’’خواب جزیرہ‘‘ خاور عبدالرزاق ناگی کی ’’عرفان وآگہی‘‘، ’’

قندیل'' اور'' آبگینہ'' کرنل فضل اکبر کمل کی ۔۔۔اور رفیق کمبوہ کا مجموعہ کلام ۔۔قابل ذکر ہیں۔

۸۰ء کی دہائی میں ڈیرہ مراد جمالی میں بلوچستان ادبی اینڈ ویلفیئر سوسائٹی، بلوچستان سوشل اکیڈمی، بزم ادب مصطفیٰ اور فرینڈز سوسائٹی کے نام سے ادبی تنظیمیں قائم ہوئیں۔(۱۱) جبکہ لورالائی اور کوئٹہ میں ادبی ملگری اور ٹولنہ کے نام سے ادبی تنظیمیں بھی اسی زمانے میں بنیں جن میں پشتو کے ساتھ ساتھ اُردو کے شاعر وادیب بھی شامل تھے۔

ان تنظیموں کے علاوہ بلوچستان آرٹس کونسل اور ایوان ثقافت بلوچستان میں بھی مشاعروں اور ادبی نشستوں کا انعقاد کیا جاتا۔ بلوچستان آرٹس کونسل کے ڈائریکٹر عطا شاد تھے اور عین سلام پروگرام افسر تھے۔ جو خود بلوچستان کے بزرگ شاعر ہیں ان شخصیات کی وجہ سے اُردو شعروادب سے دلچسپی رکھنے والوں کی ایک بڑی تعداد غیر رسمی مجلسوں کا انعقاد جاری رکھتی تھی، جبکہ ایوان ثقافت لعل حسین ناصر، ادریس کاوش اور عالی سیدی کی سرپرستی میں دیگر ثقافتی سرگرمیوں اور تقریبات کے انعقاد کے ساتھ مشاعروں اور ادبی تقریبات کا انعقاد بھی کرتی۔ ان رسمی تنظیموں کے علاوہ مرحوم اثر جلیلی اور عابد رضوی تقریباً نصف صدی سے ہر سال عشرہ محرم میں مرثیہ خوانی کی مجالس کا انعقاد کرتے ہیں۔ جن میں اب مقامی نوجوان شعراء کی ایک بڑی تعداد بھی شامل ہوگئی ہے۔

پچھلے چند سالوں سے اکادمی ادبیات پاکستان کی کوئٹہ شاخ کے زیر اہتمام بھی ادبی سرگرمیاں جاری ہوئی ہیں۔ اکادمی ادبیات گو کہ ادیبوں اور شاعروں کی سرپرستی کرتی ہے لیکن بلوچستان میں بڑے مشاعروں اور ادبی تقاریب میں اب تک اس کا حصہ کم ہے البتہ محدود سطح کی ادبی تقاریب اور نشستوں کے اہتمام اور انعقاد کی ابتداء ہو چکی ہے۔

قیام پاکستان کے بعد بلوچستان کے اُردو شعرا کا جائزہ لیا جائے تو آغا صادق حسین نقوی، ڈاکٹر عبدالحمید کاکڑ، میر مٹھا خان مری، ماہر افغانی، محمد انور خان (طالب شیرازی) جیسے نامور شعراء کے علاوہ بلوچستان کے طول وعرض میں کئی اُردو شعرا کا سراغ ملتا ہے۔ مکران کے قاضی عبدالرحیم صابر، مولا بخش مشتاق، آدم خان حقانی، میر گل خان حریم اوستوی، باقی بلوچ، غنی پرواز، کے بی فراق، اے آر داد، اکمل شاکر اور نوجوانوں میں ڈیرہ بگٹی کے بقا محمد بلوچ، صادق مری، گلستان کے عصمت درانی، لورالائی کے علی کمیل قزلباش، ژوب کے اورنگ زیب احساس کے علاوہ قلات، ڈیرہ مراد جمالی، سبی اور کیچ مکران کے بیسیوں شعراء اُردو میں اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا اظہار کر رہے ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد بلوچستان کے نمایاں اور نامور شعراء کے علاوہ ملک کے دیگر حصوں کے شعراء بھی یہاں مختصر اور طویل عرصوں کے لیے مقیم رہے۔ جن میں عبدالحمید عدم، صادق نسیم، تراب گوالیاری اور قابل اجمیری بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ کوثر، بلوچستان میں اردو، مرکزی اردو بورڈ، گلبرگ لاہور، ۱۹۶۸ء، ص ۷۷۔

۲۔ ایضاً۔

۳۔ کوثر، بلوچستان میں اُردو، مرکزی اردو بورڈ، گلبرگ لاہور، ۱۹۶۸ء، ص ۲۳۔

۴۔ ایضاً۔

۵۔ ایضاً۔

۶۔ آغا محمد ناصر، بلوچستان میں اردو شاعری، کوژک پبلشرز، کوئٹہ، ۲۰۰۰، ص ۱۵۹۔

۷۔ کمال الدین احمد، صحافت وادی بولان میں بلوچی اکیڈمی، ک کوئٹہ، ۱۹۷۸ء، ص ۹۰۔۱۱۴۔

۸۔ آغا محمد ناصر، بلوچستان میں اردو شاعری، کوژک پبلشرز، کوئٹہ، ۲۰۰۰ء، ص ۳۶۔

۹۔ بیگ، عرفان احمد، قلم قبیلہ ایک تعارف، اخبار اردو، اسلام آباد، نومبر ۲۰۰۳ء، ص ۱۸۴۔

۱۰۔ آغا محمد ناصر، بلوچستان میں اردو شاعری، کوژک پبلشرز، کوئٹہ ۲۰۰۰ء۔

۱۱۔ جوہر بنگلزئی، ڈیرہ مراد جمالی میں اُردو زبان وادب، اخبار اُردو، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء، ص ۱۰۰۔۱۰۵۔

❁ ❁ ❁